

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَأَمَّا بَعْدُ فَاذْكُرُوا أَنْفُسَكُمْ إِيَّاهِمْ يَوْمَ تَأْتُوا سَأَلًا

حُرْمَتِ لُصَاعَتِ

پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے

جامعہ عربیہ بنوری ٹاؤن کے ایک فتویٰ کا
علمی و تحقیقی جائزہ

— قریر —

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ کمانوی

شائع کر کے

مدرسہ اسلامیہ المؤمنین، حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا

بلاک نمبر ۳۸، کیمارڈی، کراچی۔ فون: ۲۸۵۳۰۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

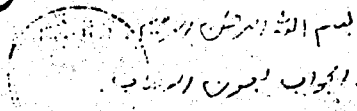
اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

جامعہ عربیہ بنوری ڈاؤن کے فتویٰ کا عکس



صورت مسئلہ میں جب تکے پیسے کے آٹھ بیسے ہیں، مائت رضاعت میں دودھ پیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی ہے اور آپکا بیٹا وہ بھی ہیں کا رضاعتی بیٹا بن گیا اور میں کی تمام اولاد اس کے رضاعتی ہے، بھائی میں گئے ہیں جس طرح حقیقی بھائی ہیں، اس اولاد سے، شایع ہے، وہاں ہے، اس طرح رضاعتی بھائی ہیں، اس اولاد سے بھی رضاعت ناجائز و حرام ہے، لہذا آپکے بیٹے اور بہن کی کوئی کام آپس میں رضاعت نہیں ہو سکتا، واضح مدیکے کہ ایک مدت دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، اس پر قرآن پاؤں اور کثیر صحیح احادیث شریف سے قوی دلائل موجود ہیں، اور جمیع صحابہ کرام رضاعتی اور رضاعتی کا بھی یہیں مسلک ہے، دلائل درج ذیل ہیں۔

دلی ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَأُمَّتُكُمْ أُمَّتِي وَأَرْضُكُمْ أَرْضِي** اور **وَأُمَّتُكُمْ مِنْ أُمَّتِي** سورہ آہ
ترجمہ - اور حرام ہیں تم پر تعاری وہ - انہیں جنہوں نے غلام دودھ پلایا ہے اور
تعاری رضاعتی نہیں، اس روایت شریف میں - **بِإِذْنِ رِضَاعَتِكُمْ** کو
حرمت قرار دیا گیا ہے حلیل و شیر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

آج جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **حُرَامٌ مِنَ الرَّضَاعِ حُرَامٌ مِّنَ النَّكَاحِ**
ترجمہ - حرام رضاعتی ہے، رضاعت سے اور نہشت جو حرام ہے، نسب سے صرف
اس حدیث شریف میں مطلق رضاعت کو سبب قرار دیا گیا ہے، اور
کثیر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

حضرت (۳) سے رضاعتی روایت ہے۔ (۴) من الرضاع

حائزہ۔۔۔ الفس۔۔۔ شعیبہ و کثیرہ۔۔۔ (عالمہ اسلامیہ نورانیہ)

خبر ہے۔ حرام ہو جانے میں دودھ سے وہ رشتہ جو حرام ہو جانے میں نہیں ہے دودھ
خواہ خود شایع نہ ہو۔ یہ روایت اصناف کے مسلک پر مربع دلیل ہے۔
دلی حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علیؓ سے سنن نسائی میں مروی ہے۔
لانا بقولہن۔ بروم من الرضاع ما بروم من انسب قبیلہ و کثیرہ۔ (عجیب)

نرم۔۔۔ گذر جلا۔۔۔
(دلی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی نے ذکر کیا کہ ایک یا دو مرتبہ دودھ پینے
سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا یہ پہلے شہابؓ کیسے فرمایا ہے
حضرت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ (اعلام المؤمنین ج ۱ ص ۱۰۰)

(۱۷) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا حضورؐ اس دودھ میں سبب حرمت ہے۔
جب ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن الزبیرؓ کو فرماتے ہیں کہ ایک یا دو وقت سے
حرمت ثابت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلے میں الزبیرؓ سے
بہتر میں اور پھر آپ نے یہ حدیث تلاوت فرمائی۔ **وَأَمَّا نِسَاءُ الْبَنَاتِ أَوْ فِطْرًا وَأُمَّهُنَّ**
وَأُمَّهُنَّ اور وہی طرح کی روایت حضرت عثمانؓ مانتے ہیں یا روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ
نے فرمایا کہ ان دونوں مانتے ہیں۔ (سنن عبد اللہ بن ماجہ)

(۱۸) حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک بھی حضورؐ سے دودھ سے رضاعت ثابت
ہو جاتی ہے۔ (سنن) بلکہ امام بخاریؒ نے جس روایت کے دلائل ذکر کیے اور تحلیل
یا کشیدہ کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ سکون فرمایا جس سے معلوم ہو کہ امام بخاریؒ کے
کے نزدیک حضورؐ دودھ میں حرم بن سبب حرمت ہے۔ بخاریؒ

(۱۹) بخاریؒ سنن میں حضرت عقبہ بن حارثؓ کی روایت ہے جس میں ایک
عورت کے یہ کہنے سے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلا دیا ہے۔ حضورؐ نے اسے دھم
نے فرمایا (عقبہ بن حارث) میں اپنے سے اپنی بیوی کو خدا کو دو۔ یہاں تک کہ آپ نے یہ
سوال نہیں کیا کہ دودھ کتنی رتبہ پہنچا۔ (عجیب)

(بخاری)

دعا بخار و شکر میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا سوچا۔ یہی
 میں اور شہادہ فرمایا اور ماہِ حرامِ اللہ (اللہ)۔ شہدہ۔ دودھ پینا اور
 رشتوں کو حرام کر دینا ہے جیسا کہ پیشہ انش حرام کرتی ہے۔
 یہی وہی ہے جو حدیث نے تصریح کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 دودھ خواہ ایک گھونٹ تک نہ پیا اور اس سے بھی رشتہات ثابت ہو جاتی ہے۔
 اور یہ (ابح ۱۸) ہے جو حدیث میں ہے۔ یعنی (فما عرفنا ابداً ولا نزلنا) کیا جانا ہے۔
 اور وہی (ابح ۱۸) ہے جو حدیث میں ہے۔ یعنی (فما عرفنا ابداً ولا نزلنا) کیا جانا ہے۔
 غیر مستحبین کے دلائل کا جائزہ۔

جداً جدا، انہوں نے صاحب نے دیکھا کہ وہی اور حق کو چھپانے میں، یہود
 اور عیسائیوں کو اس بات دیدی کہ صحیح مسلم شریف میں سے عرب
 چار احادیث اپنے صاحب کو پورا کرنے کیلئے ذکر کر دیں مسلم دن سے پہلے امام
 مسلم نے جو تخریج کیا ہے۔ صحیح احادیث، بیان کسی حدیث میں نہیں ہے۔
 گو صاحب حدیث بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم نے یہ حدیث تخریج نہیں ہے۔ اور
 جو جسور صاحب امام رضی اللہ عنہم نے تصحیح کے دلائل ہیں انہوں نے صاحب کو
 یہ حدیث تخریج کی ہے کہ صحیح مسلم نے یہ حدیث تخریج نہیں ہے۔ اور
 لگانے کے لئے تخریج کی ہے کہ صحیح مسلم نے یہ حدیث تخریج نہیں ہے۔ اور
 صحیح بخاری میں مسلم حرام سے موجود ہے لیکن یہ روایات ان کے صاحب
 کے خلاف تھیں۔ اس لئے یہ روایات کو چھوڑتے ہوئے صحیح مسلم کو اپنی
 دلائل بنانے کی کوشش کی۔ یہ مسلم پر بخاری سے کیا خطا و سرزد ہوئی
 کہ اس کو پس پائندہ ڈال دیا اور اپنے ساتھ رکھ دیا کہ اول کتاب اللہ سے
 بخاری کو کیوں تخریج کیا۔ اور انہوں نے صاحب نے سب سے پہلے صحیح مسلم سے
 ہی روایات تخریج کی۔ حالانکہ یہ صحیح بخاری جسور صاحب امام رضی اللہ عنہم اور
 مشہور ہے اور صحیح بخاری میں یہ ہے کہ قرآن پاک میں نہیں ہے بلکہ صحیح
 (احادیث)۔

دودھ پلانے کا ذکر نہیں ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الفاظ بھی بعد میں منسوخ ہو گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ان الفاظ کا منسوخ ہونا بالکل پہلے زمانہ نبوی میں ہوا ہو۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہلے یہ اور نہ بلکہ یہ الفاظ منسوخ نہ ہوئے تو یہ ممکن تھا کہ وہ ان الفاظ کو صحیح عثمانی میں شامل کرانے کی کوشش نہ کریں اور نہ رافضیوں شیعوں کا یہ دعویٰ صحیح ہو گا کہ صحابہ کرام نے قرآن پاک میں تحریف کر دی۔

امام نووی رح نے مسلم مشرفین کی مشرف میں اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے (۲۰۳) اور منسوخ شدہ الفاظ سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے۔
دوسری حدیث داسانوی صحابہ نے حضرت سیدہ بنت سبیح رضی اللہ عنہا کا واقعہ ذکر کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان دائرہ والے آدمی سے کہا کہ دودھ پلانے کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ حدیث بھی بائنان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پوری امت کے اجماع سے منسوخ ہے۔ اور اگر غیر متقدمین اس حدیث کو منسوخ نہیں مانتے تو کیا اب بھی یہ حدیث کسی جوان کو... بیوی کا پانچ روز قبل بیت ہو کر دودھ پلانے کے لیے بیٹا بنا نا پسند کریں گے؟

اور داسانوی صحابہ کی باقی ذکر کردہ احادیث سے افذ کردہ مطلب بھی ایسی طرح ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور یہ تمام احادیث حدیث صحیحہ اور حدیث صحیحہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات سے منسوخ ہیں منسوخ ہونے کی دلیل حدیث صحیحہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

نقلہ: والٹر اعلم بالعلوم
 عبد الباقی صاحب



الربیع
 نور الدین

الذماتاد جامع علوم اسلامیہ

مدرسہ سنویری ٹاؤن کراچی ۵

۱۱۔ جواران اٹھان، ۲۱۵۲

۲۲۔ ستمبر، ۱۹۹۹



حرمِ رضاعت پانچ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے!

[جامعہ عربیہ، بخاری ناؤن کے ایک فتویٰ کا علمی و تحقیقی جائزہ]

چند دن قبل راقم الحروف نے ایک سائل کے جواب میں ایک فتویٰ جاری کیا تھا، جس میں واضح کیا تھا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ سائل نے اپنے سوال میں پوچھا تھا کہ اس کے بیٹے نے اپنی پھوپھی کا ایک مرتبہ دودھ پیا ہے۔ کیا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمِ رضاعت ثابت ہو جائے گی؟ اس کے جواب میں، میں نے صحیح و صریح احادیث کے ذریعے واضح کیا تھا کہ بچہ جب تک پانچ مرتبہ کسی خاتون کا دودھ نہ پی لے تو اس وقت تک حرمِ رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی۔

لیکن اس فتویٰ پر جامعہ عربیہ، بخاری ناؤن کے مفتی عبدالستار نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا: ”واضح رہے کہ ایک مرتبہ دودھ پینے سے بھی حرمِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، اس پر قرآن پاک اور کثیر صحیح احادیث شریفہ سے قوی دلائل موجود ہیں۔ جمہور صحابہ کرام اور جمہور امت کا بھی یہی مسلک ہے“ (ص ۲)

اس مسئلہ پر مفتی صاحب نے قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے جو قوی دلائل بیان کئے ہیں، ان کا ذکر ہم سورہ صفحات کے بعد کر رہے ہیں جس کے ساتھ ساتھ نکتہ بہ نکتہ ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ واضح ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے ہی حرمِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور پانچ مرتبہ سے کم دودھ پینے سے حرمِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس سلسلہ کے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

(۱) عن عائشة أنها قالت: كان فيما أنزل من القرآن عشر رضعات معلومات

يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات فتوفى رسول الله ﷺ وهي فيما يقرأ من

القرآن (صحیح مسلم، جلد اول: ص ۳۶۹ عربی ر موطن امام مالک)

”عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن کریم میں دس مرتبہ دودھ پینے سے

حرمِ رضاعت کا حکم نازل ہوا تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ بار دودھ پینے سے حرم

رضاعت کا حکم نازل ہو گیا اور جس وقت رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ حکم قرآن حکیم میں

طاہت کیا جا رہا تھا“

یہ حدیث اپنے دعویٰ پر بالکل صریح ہے اور اس واضح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک کوئی بچہ پانچ بار کسی خاتون کا دودھ نہیں پی لے گا تو اس وقت تک حرمِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ اس

ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ شروع میں دس رضعات سے حرمت ثابت ہوا کرتی تھی پھر یہ آیت اور اس کا حکم دیوں منسوخ ہو گئے اور پھر قرآن کریم میں پانچ رضعات کا حکم نازل ہوا اور اس آیت کی تلاوت نبیؐ کی وفات تک، ہوتی رہی، پھر آپؐ کی وفات سے پہلے اس آیت کی تلاوت منسوخ ہو گئی، البتہ اس کا حکم باقی رہ گیا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حکم قرآن کریم کی آیت میں موجود تھا اور صحابہ کرامؓ اس کی تلاوت کرتے رہے۔ مفتی صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

”دما نزی صاحب نے سب سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت نقل کی حالانکہ یہ حکم باقیاتاً جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور علماء امت منسوخ ہے اور اس نسخ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں کہیں بھی پانچ مرتبہ دودھ پلانے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الفاظ بھی بعد میں منسوخ ہو گئے تھے۔ اور ممکن ہے کہ ان الفاظ کا منسوخ ہونا بالکل آخر زمانہ نبویؐ میں ہوا ہو۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پتہ نہ چلا ہو۔ ورنہ اگر یہ الفاظ منسوخ نہ ہوتے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ ان الفاظ کو صحیح عثمانی میں شامل کرانے کی کوشش نہ کرتیں۔ ورنہ رافضیوں شیعوں کا یہ دعویٰ صحیح ہو گا کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن پاک میں تحریف کر دی۔ امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے (ج ۲، ص ۳۶۸) اور منسوخ شدہ الفاظ سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے۔ (ص ۵۰۴)

مفتی صاحب نے اس حدیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن یہ ان کا دعویٰ ہے کہ جس کی کوئی دلیل انہوں نے ذکر نہیں کی۔ مفتی صاحب نے لکھا ہے:

”ممکن ہے کہ ان الفاظ کا منسوخ ہونا بالکل آخر زمانہ نبویؐ میں ہوا ہو“

یہ مفتی صاحب کا نرا احتمال ہے اور صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے ان کے احتمال کو ماننا مشکل ہے۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ إذا جہا الاحتمال بطل الاستدلال۔ جب احتمال آ گیا تو استدلال باطل ہو گیا۔ جبکہ حضرت عائشہؓ کا فتویٰ اور عمل بھی اسی حدیث کے مطابق تھا۔ حافظ ابن عبدالبر نے امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے: ”هو مذهبها وبه كانت تفتي وتفتل“ (یہی آپ کا موقف تھا اور اسی کے مطابق آپ فتویٰ دیا کرتیں) (فتح المالک بتبویب التمهید ابن عبدالبر علی موطأ الامام مالک: ۳۱۷/۷)

منسوخ کا حکم لگانے میں علماء کی احتیاط

بقول مفتی صاحب، حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اس حدیث کے منسوخ ہونے کا پتہ تو پوری زندگی نہ چل سکا۔ معلوم نہیں مفتی صاحب کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے۔ مفتی محمد یوسف ندویؒ نے مگرین حدیث کا رد کرتے ہوئے اور آیت سورج کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نزل یہ کہ کسی حکم شری کے بارے میں جو آنحضرتؐ سے ثابت ہو، حج کا دعویٰ کرنا ہے۔ یہی
عین بات ہے۔ اور اس کے لئے نقل صحیح کی ضرورت ہے، محض قیاس و گمان سے حج کا دعویٰ کرنا
جائز نہیں“..... حافظ سید ابوالقاسم (۲۳:۲) میں لکھتے ہیں:

قال ابن الحصار: إنما يرجع في النسخ إلى نقل صريح عن رسول الله ﷺ
أو عن صحابي يقول إن آية كذا نسخت كذا. قال وقد يحكم به عند وجود
التعارض المقطوع به مع علم التاريخ ليعرف المتقدم والمتأخر. قال ولا يعتمد
في النسخ قول عوام المفسرين بل ولا اجتهاد المجتهدين من غير نقل صحيح
ولا معارضة بينة لأن النسخ يتضمن رفع وإثبات حكم تقرر في عهده ﷺ
والمعتمد فيه النقل والتاريخ دون الرأي والاجتهاد

”ابن حصار کہتے ہیں کہ حج کے باب میں صرف نقل صریح کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جو
آنحضرت ﷺ سے یا کسی صحابی سے منقول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں حکم منسوخ کر دیا، اور حج کا
حکم اس وقت بھی کیا جاسکتا ہے جب کہ دونوں میں قطعی تعارض ہو، اور ساتھ ہی تاریخ بھی معلوم
ہوتا کہ حتم اور متاخر کو معلوم کیا جاسکے اور حج کے باب میں عام مفسرین کے قول پر اعتماد نہیں کیا
جائے گا۔ بلکہ بغیر نقل صحیح اور واضح تعارض کے بغیر مجتہدین کے اجتہاد پر بھی اس باب میں اعتماد نہیں
کیا جاسکتا۔ کیونکہ حج کا مطلب ایک ایسے حکم کے اٹھانا ہے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں ثابت ہو
اور اس کی جگہ پر دوسرے حکم کو رکھنا ہے۔ اس بارے میں لائق اعتماد نقل صریح یا قطعی تاریخ ہی ہو سکتی
ہے نہ کہ محض رائے اور اجتہاد“ آگے لکھتے ہیں:

”سوم: حج کی یہ صورت کہ کسی آیت کے الفاظ منسوخ ہو جائیں اور حکم باقی رہے۔ اگرچہ بعض
مفسرین نے اس کا انکار کیا ہے۔ لیکن بافتاق اہل حق یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں،
کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو کلمہ قرآن میں شامل نہیں کیا گیا، لیکن بذریعہ وحی آنحضرت
ﷺ نے تشریح فرمائی، پس جس طرح یہ جائز ہے کہ ایک حکم ابتداءً وحیِ صلوٰۃ کی حیثیت رکھتا ہو لیکن بعد
میں اس کی تلاوت اٹھالی جائے اور حکم باقی رہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔
اس لئے جس طرح پہلی صورت جائز ہے اور اس پر کوئی عقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اسی طرح یہ بھی
جائز ہے“ (ماہنامہ ”نبات“ کراچی: جلد ۳۹، شمارہ ۲۱، جون و جولائی ۱۹۸۱ء)

مفتی صاحب نے اس خدشہ کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر اس روایت کو مان لیا جائے تو شیعہ اور
روافضیہ کا قرآن کریم کے بارے میں یہ دعویٰ صحیح ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں تحریف ہو چکی ہے اگر مفتی
صاحب کے اس خدشہ کو صحیح مان لیا جائے تو پھر وہ اس طرح کی دوسری روایات کے متعلق کیا طرز عمل

اعتیار کریں گے؟ اس سلسلہ کی ایک مثال پیش خدمت ہے، چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ، وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الرِّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا رَجِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَرَجِمْنَا بَعْدَهُ فَأَخْشَى أَنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَاتِلْ: وَاللَّهِ مَا زَجَدَ آيَةَ الرِّجْمِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَيُضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةِ أَنْزَلَهَا اللَّهُ، وَالرِّجْمُ فِي كِتَابِ اللَّهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبْلُ أَوْ الْإِعْتِرَافُ ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَنْ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّهُ كَفَرَ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ أَوْ إِنْ كَفَرَ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ

”بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور اسی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے آیتِ رجم بھی نازل فرمائی۔ ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا اور اس کو یاد رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے (اس آیت کے مطابق) رجم کیا اور ہم نے بھی آپ (کی وفات) کے بعد رجم کیا۔ اب میں ڈرتا ہوں، کہیں ایک مدت گزر جائے اور کوئی کہنے والا یوں کہے کہ اللہ کی قسم رجم کی آیت تو ہم اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے۔ اور اللہ کا ایک فرض جس کو اس نے اُتارا، ترک کر کے گمراہ ہو جائے۔ اور رجم اللہ کی کتاب میں حق ہے۔ جب شادی شدہ مرد اور عورتیں زنا کریں جب ان پر گواہ قائم ہو جائیں یا حمل موجود ہو یا زنا کا اعتراف کیا جائے (تو انہیں رجم کیا جائے گا) پھر ہم کتاب اللہ میں یہ آیت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ ”تم اپنے باپوں سے اپنا نسب منقطع نہ کرو کہ یہ کفر کی بات ہے“ (صحیح بخاری)

مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب آیتِ رجم نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”یہ بھی من جملہ ان آیات کے ہے جو قرآن کریم میں نازل ہوئی تھیں، بعد میں منسوخ ہو گئیں مگر ممانعت کا حکم اب بھی باقی ہے“ (ماہنامہ بیانات، ص ۱۰۲، ایضاً)

فتویٰ رسول اللہ ﷺ وہی فیما یقرأ من القرآن کا مفہوم

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں یہ الفاظ کہ ”نبی ﷺ کی وفات ہوئی اور ان آیات کو قرآن کریم میں تلاوت کیا جا رہا تھا“ ان الفاظ کا صحیح مفہوم ہم نے امام نوویؒ سے اگلے صفحہ پر نقل کر دیا ہے۔ یہ روایت مالک عن عبداللہ بن ابی بکر عن عمرة عن عائشة کی سند سے ہے۔ امام طحاویؒ نے اس صحیحگی کو دور کرنے کے لئے القاسم بن محمد عن عمرة عن عائشة اور یحییٰ بن سعید

عن عمرة عن عائشة کی سندوں سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور وہ احادیث یہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۱) حدثنا محمد بن خزيمة ثنا حجاج بن منهال ثنا حماد بن سلمة عن عبد الرحمن بن القاسم عن القاسم بن محمد عن عمرة عن عائشة قالت كان مما نزل من القرآن ثم سقط لا يحرم من الرضاع إلا عشر رضعات ثم نزل بعد أو خمس رضعات (مشكل الآثار: ج ۳، ص ۶، طبع دار الكتب العلمية، بيروت)

”قرآن کریم میں پہلے دس بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہوا تھا پھر یہ حکم ساقط کر دیا گیا (یعنی منسوخ ہو گیا) پھر یہی نفس رضعات کا حکم نازل ہوا“

(۲) حدثنا روح ابن الفرج ثنا يحيى بن عبدالله بن أبي بكر حدثني الليث بن سعد عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة قالت أنزل في القرآن عشر رضعات معلومات ثم أنزل خمس رضعات (مشكل الآثار: ج ۳، ص ۶)

”حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ قرآن ہی میں دس بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہوا پھر نفس رضعات کا حکم نازل ہوا“

یحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة والی روایت صحیح مسلم میں بھی ہے اور امام مسلم نے بھی اس حدیث کے بعد ہی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث سے اوپر والی حدیث کو تقویت بھی پہنچائی ہے اور اس حدیث کے ذریعے اس کا مفہوم بھی واضح کر دیا ہے۔ امام طحاوی کا خیال ہے کہ اس حدیث میں یہ الفاظ عبد اللہ بن ابی بکر کا وہم ہے اور دوسری روایات اس کی وضاحت کرتی ہیں۔ کیونکہ ان دو روایوں کی روایات میں یہ الفاظ ”نبی ﷺ“ کی جس وقت وفات ہوئی تو یہ حکم قرآن حکیم میں تلاوت کیا جا رہا تھا“ موجود نہیں ہیں۔ نفس رضعات کا حکم نبی ﷺ کے بالکل آخری دور میں نازل ہوا تھا اور نبی ﷺ نے اسی حکم کے مطابق سہلہ بنت سہیل کو حکم دیا تھا: أرضعیه خمس رضعات یعنی ”سالم کو پانچ بار دودھ پلاؤ“ (موطأ امام مالک) البتہ ان آیات کی تلاوت کا حکم تو منسوخ ہو گیا تھا لیکن ان کا شرعی حکم باقی رہا جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

کیا امام نووی نے بھی اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے؟

مفتی صاحب کے خدشہ کے مطابق آیت رحم اور مندرجہ بالا آیت کی وجہ سے بھی رافضیوں کو اپنا دعویٰ درست کرنے کے مواقع مل سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے پانچ رضعات والی حدیث کی جو تاویل بلکہ تحریف کی ہے، اس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ امام نووی نے اس حدیث کی یہی تاویل کی ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب کی صداقت کو جانچنے کیلئے ہم امام نووی کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں:

وقولها فتوفى رسول الله ﷺ وهن فيما يقرأ هو، بضم الياء من يقرأ ومعناه

أن النسخ بخمس رضعات تأخر إنزاله جدًا حتى إنه تكلمت توفى وبعض الناس يقرأ خمس رضعات ويجعلها قره أنا متلوًا لكونه لم يبلغه النسخ لقرب عهده فلما بلغهم النسخ بعد ذلك رجعوا عن ذلك وأجمعوا على أن هذا لا يتلى والنسخ ثلاثة أنواع: أحدها: ما نسخ حكمه وتلاوته كمشر رضعات والثاني: ما نسخت تلاوته دون حكم خمسه رضعات وكالشيخ والشيخة إذا زنيا فلرجموهما والثالث: ما نسخ حكمه وبقيت تلاوته وهذا هو الأكثر ومنه قوله تعالى ﴿الَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَحِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ﴾ الآية والله أعلم (شرح نووي: ج ۱، ص ۳۶۸)

”اور عائشہ صدیقہ کا قول کہ رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے اور یہ آیات قرآن کریم میں تلاوت کی جارہی تھیں اور پُقرأ یا کے پیش کے ساتھ ہے (یعنی پُقرأ میں مجہول ہے) اور ان آیات کو کون پڑھتے تھے، اس کے معنی یہ ہیں کہ شمس رضعات کا نسخ بہت ہی دیر میں ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے اور بعض لوگ شمس رضعات کی آیات پڑھتے رہے اور انہیں قرآن چلو سمجھتے رہے۔ اس لئے کہ انہیں ان کی تلاوت کے نسخ کے متعلق زمانے کے قریب ہونے کی بنا پر حکم نہیں پہنچا تھا۔ پھر جب انہیں ان کا نسخ معلوم ہوا تو انہوں نے ان سے رجوع کر لیا۔ (یعنی ان کو تلاوت کرنا چھوڑ دیا) اور اس پر اجماع ہو گیا کہ ان کی تلاوت نہیں کی جائے گی۔

اور نسخ کی تین قسمیں ہیں: پہلا وہ کہ جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو جائیں جیسا کہ عشر رضعات (دس بار دودھ پینے کا حکم) اور دوسرا وہ کہ جس کی صرف تلاوت منسوخ ہو جائے لیکن اس کا حکم باقی ہو جیسا کہ شمس رضعات (پانچ بار دودھ پلانے کا حکم) اور (دوسری آیت) جب شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان دونوں کو سنگساز کر دو اور تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا حکم منسوخ ہو گیا لیکن اس کی تلاوت باقی رہ گئی اور اس طرح کی آیات بہت سی ہیں جن میں سے یہ آیت بھی ہے: ”تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لئے وصیت کر جائیں“ الایۃ (واللہ اعلم)

امام نووی آگے لکھتے ہیں:

”منها إن بعضهم ادعى أنها منسوخة وهذا باطل لا يثبت بمجرد الدعوى ومنها أن بعضهم زعم أنه موقوف على عائشة وهذا خطأ فاحش بل قد نكره مسلم وغيره من طرق صحاح مرفوعاً من رواية عائشة ومن رواية أم الفضل ومنها أن بعضهم زعم أنه مضطرب وهذا غلط ظاهر وجسارة على رد السنن بمجرد الهوى، وتوهين صحيحها لنصرة المذاهب وقد جاء في اشتراط العدد أحاديث كثيرة والصواب اشتراطه قال القاضي عياض وقد شد بعض الناس محكم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فقال لا يثبت الرضاع إلا بعشر رضعات وهذا باطل مردود واللہ اعلم (شرح مسلم)
 ”اور بعض لوگوں نے اس حدیث کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ قول باطل
 ہے کیونکہ مجرد دعویٰ سے تو کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، اور بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث
 عائشہ صدیقہ پر موقوف ہے اور یہ قول صریح غلطی ہے بلکہ امام مسلم وغیرہ نے اس حدیث کو حضرت
 عائشہ سے صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے اور اسی طرح اُمّ الفضل سے بھی۔ اور بعض نے کہا
 ہے کہ یہ حدیث مضرب ہے اور یہ قول کھلی غلطی اور نفسانی خواہشات کی بنا پر سنتوں کو رد کرنے کی
 جہالت ہے اور اپنے مذاہب کی نصرت کی خاطر احادیث صحیحہ کی توہین ہے اور (رضاعت کی)
 تعداد کے بارے میں احادیث کثیرہ موجود ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ (رضاعت کی) تعداد (خمس
 رضعات) ثابت ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ شاذ قول بھی ہے کہ دس رضعات کے
 بغیر رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن دس رضعات والا قول باطل مردود ہے“ (دلائل راجع)

اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے احادیث میں تحریف کس نے کی؟

اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ مفتی صاحب نے یہاں پر علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور
 مغالطہ، اور دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ”آلنا چور کو توال کو ڈانٹنے“ والی مثال پر عمل
 کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”جناب دامانوی صاحب نے دھوکہ دہی اور حق کو چھپانے میں یہود اور عیسائیوں کو بھی مات
 دے دی کہ صحیح مسلم شریف میں سے صرف چار احادیث اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے ذکر
 کر دیں۔ جبکہ ان سے پہلے امام مسلم نے جو تقریباً بائیس صحیح احادیث بیان کی ہیں جن میں مطلق
 رضاعت کو سبب حرمت بیان کیا گیا ہے، تھوڑے یا زیادہ کی کوئی قید نہیں ہے اور جو جمہور صحابہ کرام و
 جمہور امت کے دلائل ہیں، ان کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ عموماً یہ حضرات اپنے مزعومہ مسائل میں
 بخاری بخاری کی رٹ لگاتے ہیں تو کیا ان کو اس بارے میں بخاری کی صحیح روایات نظر نہیں آتیں۔
 جبکہ صحیح بخاری میں مسئلہ صراحتہ موجود ہے لیکن یہ روایات چونکہ ان کے مطلب کے خلاف تھیں اس
 لئے بخاری کی روایات کو چھوڑتے ہوئے مسلم شریف کو اپنی ڈھال بنانے کی کوشش کی۔ نہ معلوم
 یہاں پر بخاری سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ اس کو پیش پشت ڈال دیا اور اپنے مقرر کردہ اصول کہ اڈل
 کتاب اللہ، اس کے بعد بخاری کو کیوں ترک کر دیا؟“ (ص: ۳۰) ”نبیؐ نے خبر دی تھی کہ تم
 لوگ بھلا اگلی امتوں یعنی یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے لگو گے“ (بخاری و مسلم)

یہود و نصاریٰ نے کتاب اللہ میں جگہ جگہ تحریف کر دی تھی اور اپنی نفسانی خواہشات کو اس میں
 داخل کر دیا تھا۔ مفتی صاحب ہمیں الزام دے رہے تھے کہ ہم نے دھوکا دہی اور حق کو چھپانے میں یہود و

نصاری کا کردار ادا کیا لیکن مفتی صاحب کی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کی تشریح و وضاحت اور امام نوویؒ کی وضاحت کو سامنے رکھنے سے ہر انصاف پسند فیصلہ کر دے گا کہ اس معاملے میں یہود و نصاریٰ کا طریقہ کار کس نے اپنایا ہے۔ معلوم نہیں حدیث کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے والے اہل حدیث ان اہل رائے و قیاس کو کیوں اتنا کھلتے ہیں کہ یہ حدیث کا نام دیکھ کر ہی مشتعل ہو جاتے ہیں۔

مفتی صاحب کے سامنے ہم یہاں چند ایک ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر وہ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ قرآن و حدیث میں تحریف کرنا کس کا وطیرہ رہا ہے اور کون یہود و نصاریٰ کی راہ پر گامزن ہے؟ [اصل موضوع کو جاری رکھنے کے لئے ۴ صفحات کے بعد سے پڑھیں]

(۱) شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی مسئلہ تہلیل کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم میں ایک آیت کا اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ارشاد ہوا:

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَاللَّهُ أُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں، سو دیکھئے

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تو دیکھ لی اور آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ معروضہ آخر بھی موجود ہے۔ (ایضاح الادلہ، ص ۸، ۷)

قرآن کریم میں اللہ نے اپنی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد امیر کی اطاعت کا بھی حکم دیا لیکن اگر کسی مسئلہ میں نزاع و اختلاف واقع ہو جائے، وہ نزاع چاہے دوسرے لوگوں سے ہو یا خود امیر سے ہو جائے ایسی صورت میں حکم ہے کہ اس اختلافی بات کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہؐ کی حدیث پر پیش کر کے اس مسئلہ کا حل معلوم کیا جائے۔ امیر کی بات بھی اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے خلاف ہو تو اس معاملہ میں اس کی بات رد کر دی جائے گی۔ کیونکہ امیر کی اطاعت کوئی الگ اور مستقل اطاعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے ماتحت ہے۔ جب امیر کی بات قرآن و حدیث کے مطابق ہوگی تو اس کی اطاعت لازم ہوگی اور جب اس کا حکم قرآن و حدیث سے متضاد ہوگا تو اسے رد کر دیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"الطاعة في معصية إنما الطاعة في المعروف" (بخاری و مسلم)

محکم اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کہ معصیت کے ساتھ ہے، معروف میں ہی ہے"

اسی طرح کی اور بھی بہت سی احادیث اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ شیخ الہند صاحب نے اُولی الامر کی اطاعت کو الگ اور مستقل اور واجب اطاعت ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ پا کر اپنی طرف سے قرآن کریم میں ایک آیت کا اضافہ کر دیا اور اس آیت سے انہوں نے تقلید کے جواز کے لئے دلیل فراہم کر دی۔ موصوف کی خود ساختہ آیت یہ ہے: "فان تنازعتم فی شئی فیہ فردوہ الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم" (پس اگر تمہارے درمیان کسی مسئلہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اور اولی الامر کی طرف لوٹا دو) اس من گھڑت آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ مستقل مطاع ہیں، اسی طرح اولی الامر بھی مستقل مطاع ہیں، جبکہ قرآن کریم کی اصل آیت یہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْئٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے“

دین اسلام کا اولین ماخذ قرآن کریم ہے اور اس کے ساتھ حدیث رسول ہے۔ قرآن وحدیث حجتہ شرعیہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک ابدی قانون کا اعلان فرما دیا ہے کہ اختلاف کی صورت میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی بات حجت و دلیل ہے۔ شیخ الہند صاحب نے اس ابدی اور اٹل قانون کو منسوخ کرنے کے لئے ایک آیت اپنی طرف سے گھڑ کر پیش کر دی اور انہوں نے پورے جزم اور وثوق کے ساتھ کہا:

”اور آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروفہ احقر بھی موجود ہے“ (ایضاح الادلہ)

بعد والوں نے اگرچہ شیخ الہند کے اس دعویٰ کو ان کی افسوسناک غلطی قرار دیا۔ مولوی سعید احمد پانی پوری صاحب ایک ضروری تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”ایضاح الادلہ، پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی، جس کے صفحات ۳۹۶ ہیں۔ دوسری مرتبہ ۱۳۲۰ھ میں مولانا سید امیر حسین صاحب کی تصحیح کے ساتھ مطبع قاسمی، دیوبند سے شائع

ہوئی جس کے صفحات ۴۰۰ ہیں۔ (حال ہی میں فاروقی کتب خانہ، ملتان سے اس نسخہ کا عکس شائع ہوا ہے) کتب خانہ فخریہ، امر وہی دروازہ، مراد آباد سے بھی یہ کتاب شائع ہوئی جس پر سن طباعت درج نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ ایڈیشن دیوبندی ایڈیشن کے بعد کا ہے۔ اس کے ۴۱۲ صفحات ہیں، ان سب ایڈیشنوں میں ایک آیت کریمہ کی طباعت میں افسوس ناک غلطی ہوئی ہے“
(ادلہ کاملہ ص ۱۸، ایضاح الاول ص ۷، ۸)

شیخ الہند صاحب کی وفات ۱۹۲۱ء، ۱۳۳۹ھ میں ہوئی (ادلہ کاملہ: ص ۱۲) جس کا مطلب یہ ہوا یہ کتاب شیخ الہند صاحب کے سامنے تین مرتبہ طبع ہوئی، لیکن نہ تو انہیں اور نہ ہی ان کے کسی مقلد کو اس غلطی کا احساس ہوا، اس کی وجہ آخر کیا ہو سکتی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید ان کے رنگ و ریشہ میں اس قدر ترجیح مگنی تھی کہ انہیں قرآن کریم میں بھی تقلید ہی تقلید دکھائی دینے لگی۔ جیسا کہ بریلوی حضرات اپنا ہر شرک قرآن کریم کی آیات سے ثابت کرنے کے درپے ہیں، ایسا ہی تقلید کے ان پرستاروں کو بھی قرآن کریم میں تقلید دکھائی دینے لگی، حالانکہ قرآن کریم تو تقلید کی لٹی کرتا ہے مگر افسوس ”خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں“

(۲) شیخ الہند صاحب نے قرآن کریم کے علاوہ حدیث پر بھی عنایت فرمائی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”الحق والانصاف أن الترجیح للشافعی فی هذه المسئلة ونحن مقادون بيجب علينا تقليد إمامنا أبوحنيفة (تقریر ترمذی: ص ۳۹، طبع فاروقی کتب خانہ، ملتان)
”حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعی (کے موقف) کو حاصل ہے، لیکن چونکہ ہم مقلدین ہیں، لہذا ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ کی تقلید واجب ہے“

(۳) تقلید کو لازم قرار دینے کے لئے ایسے خود ساختہ اصول وضع کئے گئے کہ جن کی راہ میں اگر قرآن و حدیث بھی آجائیں تو انہیں منسوخ قرار دے دیا جائے گا لیکن تقلید امام ابوحنیفہؒ بہر حال واجب رہے گی..... چنانچہ ابوالحسن عبید اللہ الکرخی لکھتے ہیں:

”إن كل آية تخالف قول أصحابنا فإنها تحمل على النسخ أو على الترجیح والأولى أن تحمل على التأويل من جهة التوفيق“ (أصول کرخی، اصول: ۲۸)

”ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو منسوخ سمجھا جائے یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے اسے (فقہاء کے قول کے) موافق کر لیا جائے“

اسی طرح احادیث کے متعلق بھی قانون بنایا گیا:

اُن کل خبر یجیے بخلاف قول اصحابنا فانہ یحمل علی النسخ اوعلی اَنه معارض بمثلہ ثم صلا الی دلیل اخر اُو ترجیح فیہ بما یحتج بہ اصحابنا من وجوہ الترجیح اُو یحمل علی التوفیق" (اصول کفری، اصول: ۲۹)

”بے شک ہر اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب (یعنی فقہاء حنفیہ) کے خلاف ہوگی، منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے۔ پھر کسی اور دلیل کا تصور کیا جائے گا، پھر بعض وجوہ کی بنا پر اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جو حدیث ہمارے اصحاب کی دلیل ہے یا پھر یہ تصور کیا جائے گا کہ موافقت کی کوئی اور صورت ہوگی (جو ہمیں نہیں معلوم)“

انام بخاری فرماتے ہیں:

”ولقد قال وکیع من طلب الحدیث کما جاء فهو صاحب سنة ومن طلب الحدیث لبقوی هواه فهو صاحب بدعة یعنی اُن الانسان ینبغی اَن یلغی رأیه لحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث یثبت الحدیث ولا یعلل بعلل لا یصح لبقوی هواه وقد ذکر عن النبی ﷺ لا یؤمن أحدکم حتی یكون هواه تبعاً لما جئت به (جزء رفع الیدین مع جلاء العینین: ص ۱۲۰، ۱۲۱)

”امام وکیع فرماتے ہیں کہ جو شخص حدیث کا مفہوم ایسا ہی لے جیسا کہ وہ ہے تو وہ اہل سنت ہے اور جو شخص اپنی خواہش نفسانی کی تقویت کے لئے حدیث کو طلب کرے (اور اپنی رائے کے مطابق اس حدیث کا مفہوم بیان کرے) تو وہ بدعتی ہے یعنی انسان کے لئے مناسب یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے کو اس وقت بے معنی تصور کرے جب حدیث ثابت ہو جائے اور یہ بات صحیح نہیں کہ نادرست وجوہات سے حدیث میں سقم پیدا کر کے اپنے قیاس کو تقویت دے۔ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنی رائے اور قیاس کو اس (دین) کے ماتحت نہ کرنے جیسے میں لے کر آیا ہوں“

علماء دیوبند کا جو طریقہ واردات رہا ہے کہ انہوں نے احادیث رسول کو بھی معاف نہیں کیا۔

ابوداؤد کی حدیث میں انہوں نے عشرين لیلة (بیس راتوں) کو عشرين رکعة (بیس رکعات) میں بدل دیا..... مصنف ابن ابی شیبہ میں جو کراچی میں طبع ہوئی، وائل بن حجر کی حدیث میں تحت السرة (ناف کے نیچے) کا اضافہ کر دیا گیا..... مسند حمیدی میں جناب عبداللہ بن عمر کی رفع الیدین والی مشہور حدیث میں جو سفیان بن عیینہ عن الزہری عن سالم بن عبداللہ عن عبداللہ بن عمر کی سند سے صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتب اور مسند حمیدی میں بھی موجود ہے، اس روایت میں فلا یرفع (اس وہ نہ اٹھاتے تھے) کا اضافہ کر کے اسے ترک رفع الیدین کی دلیل بنانے کی کوشش کی گئی، اور اسی روایت

میں صحیح ابوعوانہ میں سے 'واو' گرا کر اس روایت کو بھی ترک رفع الیدین کی دلیل بنایا گیا ہے۔ سلف میں سے کسی محدث اور عالم نے ان روایات کو پیش نہیں کیا کیونکہ اس وقت تک ان روایات میں یہ تحریف نہ ہوئی تھی۔ ان روایات کے دستاویزی ثبوت ہم اپنے دوسرے مضمون "تحسیر لیب النصوص" میں پیش کریں گے۔ نیز مولوی شبلی نعمانی اور ماسٹر امین اوکاڑوی صفحہ نے بھی قرآن کریم کی آیات میں تحریف کی ہے لیکن طوالت کی خاطر اس بحث کو فی الحال مؤخر کیا جاتا ہے اور ہم دوبارہ اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مفتی صاحب کو شکایت ہے کہ ہم نے صحیح مسلم میں سے صرف چار احادیث ذکر کی ہیں اور صحیح مسلم میں جو بائیس احادیث ہیں جن میں مطلق رضاعت کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے ان کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ خود مفتی صاحب نے ان بائیس احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان نہیں کی۔ اب مفتی صاحب ہی بتائیں کہ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے ان پر کون سا فتویٰ لگایا جائے؟ جن احادیث میں حرمت کا سبب رضاعت کو قرار دیا گیا ہے، ان میں کوئی حد بندی بیان نہیں کی گئی اور یہ اصول ہے کہ جس طرح قرآن کریم کی بعض آیات بعض آیات کی توضیح و وضاحت کرتی ہیں اسی طرح احادیث بھی دوسری احادیث کی توضیح کرتی ہیں۔

اگر کسی حدیث میں ایک بات کا ذکر یا اصل سبب کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ کسی دوسری حدیث میں بھی اس کی وضاحت موجود نہ ہو، عدم ذکر سے عدم وجود کہاں لازم آتا ہے؟ اور محدثین کا یہ قاعدہ اور اصول ہے کہ وہ تمام احادیث کو ذکر کر کے ان تمام احادیث کے مجموعہ سے کوئی نتیجہ اخذ کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ اپنے مطلب کی ایک حدیث تو لے لی جائے اور باقی احادیث سے آنکھیں بند کر لی جائیں اور یا پھر انہیں خفی مسلک کے خلاف سمجھ کر رد کر دیا جائے۔ ایسا تو وہی انسان کر سکتا ہے کہ جس کے دل سے اللہ کا خوف ختم ہو چکا ہو اور جو صرف اپنے مسلک کو بچانے کی خاطر قرآن و حدیث کو بھی رد کر دیتا ہو۔ ایسے تعصب سے اللہ کی پناہ!!

مفتی صاحب کے دلائل کا نکتہ بہ نکتہ جائزہ

مفتی صاحب کی پہلی دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: ﴿وَأَمْتُهُنَّكَ الْفِي أَرْضَفَنكُمْ وَأَخَوَاتِكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ﴾ (النساء: ۲۳)

"اور تم پر تمہاری وہ مائیں حرام ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں"

اس آیت شریفہ میں مطلق رضاعت کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے۔ قلیل و کثیر کی کوئی تفریق نہیں

حائزہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک عام قانون بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ جن ماؤں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور جو تمہاری رضاعی بہنیں ہیں وہ بھی تم پر حرام ہیں۔ اس آیت میں تو دودھ کی مقدار کا کوئی ذکر ہے اور نہ اس کی کوئی تحدید بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح اس آیت میں یہ بھی نہیں بیان کیا گیا کہ کس عمر تک دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی۔ یعنی مدت رضاعت کا بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ آیت چونکہ عام ہے، اس لئے اس کی وضاحت کے لئے قرآن کریم کی دوسری آیات یا پھر احادیث کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مدت رضاعت کا ذکر تو قرآن کریم میں دوسرے مقام پر موجود ہے، البتہ یہ مسئلہ کہ کتنی مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی؟ اس سلسلہ میں احادیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن کریم میں دس مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہوا تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور پانچ بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا حکم نازل ہو گیا اور جس وقت رسول کی وفات ہوئی تو یہ حکم قرآن کریم میں تلاوت کیا جا رہا تھا۔ (صحیح مسلم: ۴۶۹۱، موطا امام مالک)

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص کی حیثیت رکھتی ہے اور اس حدیث کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ حکم قرآن کریم میں تلاوت کیا جاتا رہا ہے۔ البتہ نبی کی وفات سے قبل اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی، البتہ اس کا حکم باقی رہ گیا۔ جیسا کہ رحم کے متعلق بھی آیت رحم پہلے قرآن میں نازل ہوئی تھی۔ لیکن پھر اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی البتہ اس کا حکم باقی رہ گیا۔ گویا قرآن کریم کی اس آیت کی وضاحت قرآن کریم کی دوسری آیت کر رہی ہے کہ جس کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے البتہ اس کا حکم باقی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہوا۔ مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ”اس آیت میں مطلق رضاعت ہی کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے“ تو اس کی کوئی دلیل انہوں نے ذکر نہیں کی بلکہ یہ صرف ان کی رائے ہے اور احادیث صحیحہ کے ہوتے ہوئے ان کی رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

حنفی عالم علامہ سید امیر علی طبع آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اب یہ بیان ہونا چاہئے کہ رضاعت کب اور کیوں کر ثابت ہوتی ہے تو مفسر نے کہا کہ قبل استكمال الحولين خمس رضعات كما بينه الحديث یعنی دودھ پلایا تم کو پانچ رضعات دو برس پورے ہونے سے پہلے جیسا کہ حدیث نے اس اجمال رضاعت کو جو آیت میں مذکور ہے، بیان کر دیا ہے۔ یعنی آیت میں تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہیں کہ کس سن میں پلایا ہو اور کم

سے کم کس قدر پلایا ہوتا مگر نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ دودھ پلانے والی اس وقت بچہ کی رضائی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پھرے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہوں“ (مصابہ الرضی، پ ۲، ص ۲۰۲)

شیخ ابوبکر جابر جزائری مدنی اپنی مختصر اور بینظیر تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ضمن رضع من امرءة خمس رضعات وهو فی سن الحولین تحریم علیہ ویحرم علیہ أمهاتها وبناتها (ایمیر القاسمیر نکلام اعلیٰ الکبیر ۱ ص ۳۵۶)

”پس جس شخص نے کسی عورت کا پانچ مرتبہ دودھ پی لیا اور وہ دو سال کے دوران ہو تو وہ خاتون اس پر حرام ہو جائے گی اور حرام ہو جائے گی اس پر اس خاتون کی ماں، اس کی بیٹیاں..... الخ“

المعنی میں ہے: ”مسألة: قال ابو القاسم: والرضاع الذي لا يشك في تحريمه ان يكون خمس رضعات فصاعداً“

یعنی ”ابو القاسم فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ رضاعت کہ جس کی حرمت میں کوئی شک نہیں وہ پانچ رضعات اور اس سے زیادہ ہے یعنی پانچ بار اور اس سے زیادہ بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے“..... آگے لکھتے ہیں:

المسألة الأولى: أن الذي يتعلق به التحريم خمس رضعات فصاعداً، لهذا الصحيح في المذهب، وروي هذا عن عائشة و ابن مسعود و ابن الزبير و عطاء و طاوس و هو قول الشافعي (المعنی ج ۹ ص ۱۹۳)

”حرمت رضاعت پانچ بار اور اس سے زیادہ بار دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اور یہ صحیح مذہب ہے اور یہ بات روایت کی گئی ہے عائشہ صدیقہ، ابن مسعود، ابن زبیر، عطاء، طاوس سے اور یہی قول امام شافعی کا بھی ہے“ (المعنی ج ۹ ص ۱۹۳)

(۲) خمس رضعات کی دوسری دلیل سہلہ بنت سہیل کی حدیث ہے۔ انہوں نے سالم مولیٰ ابو حذیفہ کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا اور جب پردہ کی آیات نازل ہوئیں تو حذیفہ کو سالم کا آزادانہ اپنے گھر داخل ہونا ناگوار گزارا۔ چنانچہ سہلہ بنت سہیل نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم سالم کو پانچ مرتبہ دودھ پلا دو تو وہ تم پر حرام ہو جائے گا یعنی (تمہارا رضائی بیٹا بن جائے گا)۔ سہلہ بنت سہیل نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی! ”سالم تو داڑھی والا آدمی ہے، میں اسے کس طرح دودھ پلاؤں؟“ تو نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہے وہ داڑھی والا ہے تم اسے دودھ پلا دو۔ چنانچہ سہلہ نے سالم کو دودھ پلا دیا۔ جس کی وجہ سے حذیفہ کے چہرے سے ناراضگی

کے آثار ختم ہو گئے۔ (خص من صحیح مسلم، موطا امام مالک، ابوداؤد: ۲۴۹۲، مسند احمد ۶/۶، مستدرک
۲۲۶۳، مصنف عبدالرزاق برقم ۱۳۳۳، طبرانی کبیر ۷/۶۹)
اس حدیث سے کئی مسائل کا علم ہوا:

(۱) اس حدیث سے واضح ہوا کہ پانچ بار دودھ پینے ہی سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اور پانچ
بار سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

(۲) اسلام میں حیا کا بہت بڑا مقام ہے اور حیا کو شطر الایمان (آدھا ایمان) قرار دیا گیا ہے۔ اگر
پانچ بار سے کم میں رضاعت کا مسئلہ حل ہو سکتا تو رسول اللہ ﷺ اس خاتون سے فرمادیتے کہ اسے
ایک ہی بار دودھ پلا دے، حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، لیکن نبیؐ کا اس کے باوجود اس
خاتون کو تاکید کرنا جبکہ اس خاتون نے واضح بھی کیا کہ اللہ کے نبیؐ وہ جوان اور داڑھی والا آدمی ہے
میں کیونکر اسے دودھ پلا سکتی ہوں؟ آپؐ اس خاتون کی اس بات پر ہنس بھی پڑے لیکن خمس
رضعات میں آپؐ نے کوئی کمی نہ فرمائی۔ یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اگر اس سلسلہ میں کچھ ذرہ
برابر بھی گنجائش ہوتی تو نبیؐ ضرور اس خاتون کو یہ گنجائش عطا فرمادیتے لیکن نبیؐ نے خمس رضعات
کے سلسلے میں اسے کوئی گنجائش عطا نہیں فرمائی۔

(۲) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سہلہ بنت سہیلؓ کو نبی اکرم ﷺ نے سالمؓ کو دودھ پلانے کا
حکم دیا۔ اگر پستان سے دودھ نکال کر پلایا جانا درست ہوتا اور اس نکالے ہوئے دودھ سے حرمت
رضاعت ثابت ہو سکتی تو رسول اللہ ﷺ اس خاتون کو اس کا حکم دیتے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا سہلہؓ کو
دودھ پلانے کا حکم دینا بالکل واضح کرتا ہے کہ بچہ پستان ہی سے دودھ پئے گا ورنہ حرمت ثابت نہ
ہوگی۔ کیونکہ جب جوان مرد کے لئے اس کی رخصت نہیں تو چھوٹے بچے کے لئے کس طرح
رخصت ثابت ہو جائے گی؟

(۳) اس حدیث کی وجہ سے عائشہ صدیقہ رضاعت کبیر کی قائل تھیں، اور جس شخص کو بھی وہ اپنا رشتہ دار
بنانا چاہتیں، اسے کسی رشتہ دار خاتون کا دودھ پلا دیتیں۔ چنانچہ سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ کے لئے
انہوں نے اُمّ کلثومؓ کو حکم دیا کہ وہ اسے دودھ پلا دے۔ سالمؓ کہتے ہیں کہ اُمّ کلثومؓ نے مجھے تین
دفعہ دودھ پلایا اور پھر اُمّ کلثومؓ بیمار ہو گئیں اور مجھے بقیہ دودھ نہ پلا سکیں تو میں بھی عائشہؓ کے پاس
داخل نہ ہو سکا (موطا امام مالک)۔

دوسری ازواج مطہرات نے حضرت عائشہؓ سے رضاعت کبیر کے بارے میں اختلاف کیا اور

کہا کہ یہ حکم سالمؑ کے لئے خاص تھا۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات نے عائشہؓ سے رضاعت کبیر کے متعلق تو اختلاف کیا لیکن انہوں نے نفسِ رضاعت کے متعلق کوئی اختلاف نہیں کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ نفسِ رضاعت کا مسئلہ ان کے درمیان اتفاقی تھا۔

مفتی صاحب اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

”اور اگر غیر مقلدین اس حدیث کو منسوخ نہیں مانتے تو کیا اب بھی یہ حضرات کسی جوان کو.....

بیوی کا پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پلا کر رضائی بیٹا بنانا پسند کریں گے؟ (ص ۵)

مفتی صاحب کا یہ اعتراض اور ششخبریؒ کی ذات پر وارد ہوتا ہے کیونکہ آپؐ ہی نے سہلہؓ کو اس بات کا حکم دیا تھا۔ اب نبیؐ پر اعتراض کرنے والے اور آپؐ کا تسخر کرنے والے کے متعلق مفتیان دیوبند کیا فتویٰ دیں گے؟ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور کیا ایسا شخص مسند فتویٰ پر براجمان ہونے کے بھی لائق ہے؟ نبی کریمؐ کا فرمان ہے:

”اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں سے نکال دے بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علما کو اٹھالے گا۔ چنانچہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہل (مفتیوں) کو اپنا بڑا بنائیں گے اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

”لا تجرم المصّة والمصتان“ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۶۹)

”ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی“

”ام الفضل“ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

”لا تجرم الرضعة أو الرضعتان أو المصّة أو المصتان“ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۶۹)

”ایک مرتبہ دودھ پینے سے یا دو بار دودھ پینے سے یا ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے یا دو بار دودھ

چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی“

اس حدیث میں بالکل واضح ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے یا ایک بار یا دو بار دودھ

چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے کا مطلب بعض علما نے یہ

بیان کیا ہے کہ اگر تین مرتبہ دودھ پی لیا جائے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اس حدیث کا

یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ تیسری بار دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ

اور سہلہ بنت سہیلؓ کی روایات میں بالکل واضح ہے کہ پانچ مرتبہ سے کم دودھ پینے سے حرمتِ رضاعت

ثابت نہیں ہوگی۔ اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ جیسے ایک حدیث میں ہے:

ليس فيما دون خمسة أوسق من التمر صدقة وليس فيما دون خمس أواق من
الورق صدقة وليس فيما دون خمس نود من الأبل صدقة (متفق عليه)
”کھجوروں میں پانچ وسق (تین من) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور چاندی میں پانچ اوقیہ
(ساڑھے بادن تولہ) سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور اونٹوں میں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں“

اس حدیث کے مطابق اگر کوئی کہے کہ ایک یا دو وسق کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں تو اس کا مطلب یہ
نہیں ہوگا کہ تین وسق کھجوروں میں زکوٰۃ ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کی مقدار پانچ وسق کھجوروں میں مقرر کی گئی
ہے۔ اسی طرح حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں
ہوتی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے ہی سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی جیسا کہ عائشہ
صدیقہ اور سہلہ بنت سہیل کی روایات میں خمس رضاعت کی تحدید موجود ہے۔ اسی طرح پانچ اوقیہ چاندی
اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ فرض قرار نہیں دی گئی بلکہ پانچ اوقیہ چاندی اور پانچ اونٹوں اور ان سے
زیادہ تعداد پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ دراصل ایک موضوع پر آنے والی تمام آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر ہی
کوئی شرعی مسئلہ بتایا جاسکتا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ایک یا دو الفاظ کو لے کر باقی احادیث کو ترک کر
دیا جائے۔

رَضْعَةٌ کا مطلب ہے ایک مرتبہ دودھ پینا، جیسے ضَرْبَةٌ کا مطلب ہے ایک مرتبہ مارنا اور
جَلْسَةٌ کا مطلب ہے ایک مرتبہ بیٹھنا اور آكَلَةٌ کا مطلب ہے ایک مرتبہ کھانا کھانا اور مَصَّةٌ کا مطلب
ہے ایک بار دودھ چوسنا۔ اسی طرح الاملاجة کا مطلب بھی ایک مرتبہ دودھ چوسنے کے ہیں۔ بچہ بھوک
کے وقت ماں کے پستان کو منہ میں لے کر دودھ پینا شروع کر دے اور بھوک کے ختم ہونے تک دودھ پیتا
رہے، درمیان میں سانس لینے کے لئے اگر بچہ پستان کو چھوڑ کر دوبارہ دودھ پینے لگے تو یہ سارا عمل
رَضْعَةٌ کہلائے گا، یعنی ایک بار دودھ پینا البتہ العصۃ اور الاملاجة میں بچہ بالکل تھوڑی دیر کے لئے
پستان منہ میں لے کر دودھ چوس کر اسے چھوڑ دیتا ہے۔ (ملخصاً فتح المالك بتویب التہجد لابن عبدالبر علی
موطأ الامام مالک: ج ۷ ص ۴۱۱، نیل الاوطار: ج ۶ ص ۳۱۰، تفسیر احسن البیان ص ۸۶۰)

اُمّ الفضل بیان کرتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ
میرے گھر پر تھے، اس نے عرض کیا: اللہ کے نبی میری ایک بیوی تھی اور میں نے ایک دوسری خاتون سے
نکاح کیا ہے۔ پس میری پہلی بیوی نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ایک بار یا دو بار دودھ پلایا ہے؟ پس

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا تحرم الاملاجة والاملاجتان" (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۳۶۹)

"ایک یا دو بار دودھ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی"

اُمّ الفضلؓ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! تھل

تحرم الرضعة الواحدة قال لا۔ کیا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے؟

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۳۶۹)

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ دودھ پینے یا دو بار دودھ پینے سے حرمت

رضاعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حرمت رضاعت کے لئے پانچ بار دودھ پینا ضروری ہے جیسا کہ عائشہ

صدیقہؓ کی خمس رضعات والی روایت اس مسئلہ پر نص صریح ہے اور امام مسلمؒ نے ان احادیث کے بعد عائشہ

صدیقہؓ کی خمس رضعات والی روایت کو دو سندوں سے پیش کر کے اس مسئلہ پر مہر ثبت فرمادی ہے۔ اس

حدیث کے بعد امام مسلمؒ نے سہلہ بنت سہیلؓ کی حدیث کو بھی چار سندوں سے پیش کر کے ثابت کر دیا کہ

خمس رضعات والا مسئلہ دلائل کے لحاظ سے انتہائی مضبوط ہے۔ البتہ صحیح مسلم میں سہلہؓ والی روایت میں خمس

رضعات کے الفاظ موجود نہیں ہیں لیکن دوسری روایات میں یہ الفاظ ثابت ہیں۔

مفتی صاحب کو شکایت تھی کہ ہم نے صحیح مسلم کی بائیس احادیث میں سے صرف چار احادیث کو

ذکر کیا ہے اب مفتی صاحب ان چار احادیث میں ان مزید احادیث کو بھی شامل فرمائیں اور کچھ احادیث

آگے آ رہی ہیں ان کی بھی گنتی کر کے بائیس کے عدد کو پورا کریں۔

مفتی صاحب کی دوسری دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب"

"حرام ہو جاتا رضاعت سے (وہ رشتہ) جو حرام ہو جاتا ہے نسب سے" (سنن نسائی)

اس حدیث شریف میں مطلق رضاعت کو سبب حرمت قرار دیا گیا ہے۔ قلیل و کثیر کی کوئی تحدید

نہیں کی گئی" (ص ۱۲)

جائزہ: اس حدیث میں ایک عام قانون بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح نسبت اور

ولادت سے رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح رضاعت کی وجہ سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے

گویا رضاعت کو نبی اکرم ﷺ نے نسب سے تشبیہ دے دی ہے۔ اس حدیث میں چونکہ دودھ کی مقدار کا کوئی ذکر

موجود نہیں ہے لہذا مفتی صاحب کا اس حدیث کو خواہ مخواہ اپنی دلیل کہنا غلط ہے۔ مفتی صاحب کا دعویٰ

خاص ہے لہذا انہیں چاہئے کہ وہ اس پر اپنی دلیل بھی بالکل واضح اور خاص پیش کریں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس حدیث کی راویہ بھی حضرت عائشہ ہیں جو خمس رضعات کی راویہ بھی ہیں اور جن کا مذہب بھی خمس رضعات کا ہے۔ لہذا مفتی صاحب کا حدیث نقل کر کے بغیر دلیل کے اس سے اپنا خود ساختہ مطلب ثابت کرنا درست نہیں ہے۔

اس حدیث کا شان و رُود یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رضاعی چچا ان سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا اور نبی ﷺ اس وقت حضرت عائشہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ نبی ﷺ نے اس موقع پر عائشہ صدیقہ سے ارشاد فرمایا: "إِنَّ الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة" "بے شک رضاعت سے ویسی ہی حرمت ثابت ہوتی ہے جیسے ولادت سے" (صحیح بخاری: ۷۶۳/۲، صحیح مسلم: ج ۱ ص ۴۶۳)

امام مسلم نے امام بخاری کی طرح رضاعت کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس حدیث کے بعد عائشہ صدیقہ سے دوسری روایت بھی ان الفاظ سے بیان کی ہے: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة" (مسلم) اس حدیث کے بعد امام مسلم نے عائشہ صدیقہ کی ایک اور حدیث چھ سندوں سے یعنی چھ احادیث ذکر کی ہیں۔ جن میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ابی قیسؓ جو عائشہ صدیقہ کا رضاعی چچا تھا، حضرت عائشہ سے ان کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے لگا لیکن عائشہ نے ان کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اتنے میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور عائشہ سے فرمایا کہ ان کو اندر آنے کی اجازت دو کیونکہ وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔ اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ فرمایا کرتی تھیں: "حَرَّمُوا مِنَ الرضاعة ما تحرمون من النسب"

"حرام جانو رضاعت سے جسے تم نسب سے حرام جانتے ہو" (صحیح مسلم، ج ۱ ص ۴۶۷)

امام مسلم نے اس حدیث کے بعد جناب علیؓ، جناب عباسؓ اور ام سلمہؓ کی حدیث بیان کی ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ حمزہ کی بیٹی سے شادی کر لیں۔ آپ نے فرمایا: وہ میری رضاعی بیٹی ہیں: "ویحرم من الرضاعة ما یحرم من الرحم" (مسلم، ج ۱ ص ۴۶۷)

مفتی صاحب کی تیسری دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت علی شیر خدا سے مرفوع روایت ہے: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب قلیلہ و کثیرہ" (جامع المسانید خوارزمی: ج ۲ ص ۹۷)

"حرام ہو جاتے ہیں دودھ سے دہشتے جو حرام ہو جاتے ہیں نسب سے دودھ خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ"

یہ روایت احناف کے مسلک پر صریح دلیل ہے" (ص ۴۰۲)

یہ حدیث اس مسئلہ پر واقعی نص صریح کی حیثیت رکھتی کیونکہ اس روایت میں بالکل واضح الفاظ موجود ہیں لیکن کاش یہ روایت صحیح ہوتی!!..... افسوس کہ یہ روایت ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور صریح جھوٹ ہے، افسوس کہ مفتی صاحب نے علمی خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اس روایت کی سند تک نقل نہیں کی لہذا پہلے اس روایت کی سند ملاحظہ ہو:

(ابوحنيفة) (عن) الحكم بن عتيبة (عن) القاسم بن مخيمرة (عن) شريح ابن هانئ (عن) علي بن ابي طالب رضی اللہ عنہ (عن) النبي ﷺ أنه قال يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب قليلا وكثيره (أخرجه) أبو محمد البخاري (عن) المنذر بن سعيد الهروي (عن) أحمد بن عبدالله الكندي

(عن) ابراهيم بن الجراح (عن) أبي يوسف (عن) أبي حنيفة رضی اللہ عنہ (جامع مسانيد الامام الاعظم از خوارزمي، ج ۲، ص ۹۷، طبع حيدرآباد دکن)

جامع مسانيد الامام الاعظم محمد بن محمود خوارزمي (متوفی ۶۶۵ھ) کی جمع کردہ ہے خوارزمي کی عدالت و ثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ ابو محمد بخاری سے روایت کی ہے۔

ابو محمد عبد اللہ بن محمد یعقوب حارثی بخاری کا تعارف: علامہ ابو طاہر زبیر علی زئی محمدی لکھتے ہیں ”یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ مقیم ہے، ملاحظہ فرمائیں: الكشف الحثیث عن رمي بوضع الحديث لبوهان الدين الحلبي ص ۲۴۸) ابو احمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیثیں بناتا تھا۔ (کتاب القرآۃ از بیہقی، ص ۱۵۳)

ابو سعید رواں نے کہا: ”اس پر وضع حدیث کا الزام ہے“

احمد سلیمانی کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابو زرہ احمد بن الحسین الرازی نے کہا: ضعیف ہے۔ غلطی نے اسے کزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے (دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۳۸/۳۳۹)

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔

حافظ ذہبی دیوان الفضلاء والترمذی میں ابو محمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: ”یأتی بعجائب

واہیة“ (ص ۱۷۶ رقم ۲۲۹۷) خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

اس روایت کی سند میں اور بھی عجائبات موجود ہیں لیکن ہم صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

نوٹ: میری تحقیق کے مطابق ’جامع المسانید‘ میں الخوارزمی سے امام ابو حنیفہ تک ایک روایت بھی بسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے جسے اس بات سے اختلاف ہے وہ صرف ایک سند ہی پیش کر دے جو جمہور

کے نزدیک صحیح یا حسن ہو (نور العینین فی مسئلة ربيع الیدين، ص ۲۶، ۲۴)

مفتی صاحب کی چوتھی دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: عبداللہ بن مسعود اور حضرت علیؑ سے سنن نسائی میں مروی ہے: "کان

يقولان يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب قليلا وكثيرا" - ص ۸۳، ج ۲ (ص ۳)

تیسری دلیل کے بعد مفتی صاحب کے پاس مرفوع روایات کا ذخیرہ ختم ہو گیا، لہذا اب انہوں نے آثار صحابہ کو دلیل کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا ہے اور جو اثر موصوف نے نقل کیا ہے وہ بھی ناکمل نقل کیا ہے تاکہ لوگوں کو حقیقت حال کا پتہ نہ چل جائے۔ اس روایت میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں: "اور انہوں نے یہ بھی لکھا: (یعنی شرح قاضی نے ابراہیم نخعی کو یہ بھی لکھا) کہ ابو سعید الخدری نے بیان کیا اور ان سے عائشہ نے بیان کیا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: "لا تحرم الخطفة والخطفتان" - یعنی "ایک باریا دو بار دودھ اُچک لینا (پی لینا) حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا" (سنن نسائی، ج ۲ ص ۲)

اس حدیث میں موصوف کے نقل کردہ اثر کا جواب مرفوع حدیث کے ساتھ موجود تھا۔ جناب عبداللہ بن مسعود اور جناب علیؑ کا خیال تھا کہ قلیل و کثیر دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے لیکن قاضی شریح نے اس اثر کے بعد عائشہ صدیقہؓ سے مرفوع روایت نقل کر کے ثابت کر دیا کہ قلیل دودھ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مفتی صاحب نے اس اثر میں "ما يحرم من النسب" کے الفاظ بھی بڑھادیئے ہیں جبکہ حدیث میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اب مفتی صاحب بنائیں کہ خان کون ہے؟

مفتی صاحب کی پانچویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک یا دو مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی تو آپ نے فرمایا: یہ پہلے تھا اب ایک مرتبہ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (احکام القرآن از جصاص، ص ۱۲۰ ج ۲)..... موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ ابن عباسؓ کے اس اثر نے دوسری تمام احادیث کو منسوخ کر دیا ہے۔ (ص ۵۳، ۵۴)

جائزہ: موصوف نے واقعی بہت زبردست دلیل تلاش کر کے پیش کی ہے۔ کاش موصوف اس روایت کی سند بھی نقل کر دیتے تو اصل حقیقت کھل جاتی، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ لہذا پہلے اس روایت کی سند ملاحظہ فرمائیں:

"وهو ما حدث أبو الحسن الكرخي قال حدثنا الحضرمي قال حدثنا عبد الله

بن سعيد قال حدثنا أبو خالد عن حجاج عن حبيب بن أبي ثابت عن طاء وس

عن ابن عباس..... (احکام القرآن الجصاص، ج ۲ ص ۱۲۵، طبع سبیل اکیڈمی، لاہور)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس روایت کی سند میں ایک راوی حجاج بن ارطاة تھی، ابو ارطاة کوئی ہے جو صدوق، کثیر الخطا
والذلیل ہے (تقریب)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں: أحد الأعلام على لين فيه (الكشاف ۱۶۰/۱، الميزان
۱/۴۰۸) وقال أبو حاتم: صدوق يدللس فإذا قال ثنا فهو صالح (الكشاف)

بہر حال حجاج کثیر الخطا اور لین ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی ہے اور اس روایت میں ان کی
تذلیس بالکل واضح ہے۔ لہذا عدم سماع کی وجہ سے اور تذلیس کی بنا پر یہ روایت ناقابل احتجاج ہے۔

اس حدیث کے دوسرے راوی حبیب بن ابی ثابت کوئی ہیں۔ حافظ ابن حجر مستقلانی فرماتے ہیں:
"فقه فقیہ جلیل وکان کثیر الارسال والتدلیس (تقریب ۱۸۳/۱) حدیث کے ضعیف ہونے
کے لئے حجاج بن ارطاة کی تذلیس ہی کافی تھی لیکن ان کے استاد حبیب بن ابی ثابت کوئی بھی مدلس
نہ تھے۔ لہذا مدلس روایت میں جب تک راوی حدیث سے سماع کی صراحت ثابت نہ ہو جائے، اس وقت
تک وہ روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس روایت میں دو راویوں کی تذلیس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے
اور باقی راویوں پر ابھی تحقیق باقی ہے۔ یہ روایت بھی دور کی کوڑی ہے جو موصوف کو حدیث کی کسی کتاب
سے نہیں بلکہ احکام القرآن للجصاص سے ملی ہے۔

مفتی صاحب نے یہ ایک زبردست معیار بنایا ہے کہ انہوں نے صحیح احادیث کو ایک ضعیف اثر کی
بنا پر منسوخ قرار دے ڈالا ہے۔ بہر حال موصوف کا دعویٰ بھی بلا دلیل ہے۔

مفتی صاحب کی چھٹی دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: تموزا سادودہ بھی موجب حرمت ہے،
جب ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن زبیرؓ تو فرماتے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تو
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ابن زبیرؓ سے بہتر ہیں اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنْهَيْتُمُ النَّبِيَّ أَنْ يَرْضَعَنَكُمْ﴾ (تمہاری مائیں تو وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے)

جائزہ: مفتی صاحب نے اس روایت کا کوئی حوالہ نقل نہیں کیا۔ جناب عبداللہ بن زبیرؓ نے جو
مسئلہ بیان کیا تو اس کی دلیل بھی ان کے پاس موجود تھی چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی
اکرم ﷺ سے یہ حدیث بیان کی: "لا تحرم المصّة من الرضاعة ولا المصتان" (مصنف
عبدالرزاق، ج ۷ ص ۳۶۹)

"حرمت رضاعت ایک مرتبہ دودھ چوسنے اور دو مرتبہ دودھ چوسنے سے ثابت نہیں ہوتی"

جناب عبداللہ بن عمرؓ نے اس موقع پر آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے اور اس آیت کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

مفتی صاحب کی ساتویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: ”اسی طرح کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں بھی ہے تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ عائشہؓ سے بہتر ہے“ (مصنف عبدالرزاق: ص ۴۶۶، ج ۷)

جائزہ: اس روایت کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہیں جو ثقہ ہونے کے باوجود سخت قسم کے مدلس بھی ہیں لہذا جب تک وہ کسی حدیث میں سماع کی تصریح نہیں فرماتے، اس وقت تک ان کی روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ دیوبندی حضرات نے اس ثقہ امام پر بڑی سخت جرح کر رکھی ہے۔ مثلاً مولوی حبیب اللہ ڈیروی صاحب کی کتاب نورالصباح کے مقدمہ ص ۱۸، ۲۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مفتی صاحب کی آٹھویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں: ”حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک بھی تموڑے سے دودھ سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے جمہور امت کے دلائل ذکر کئے اور قلیل یا کثیر کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک تموڑا دودھ بھی محرم یعنی سبب حرمت ہے۔“ (بخاری: ج ۲، ص ۷۶۴)

جائزہ: مفتی صاحب کے نزدیک امام بخاریؒ کا قول بھی حجت اور دلیل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اجماعی حدیث حضرات کو دوڑ دیتے ہوئے موصوف نے لکھا ہے:

”نہ معلوم یہاں پر امام بخاری سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ اس کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے مقرر کردہ اصول کہ ’اؤل کتاب اللہ بعد بخاری‘ کیوں ترک کر دیا“ (ص ۴)

مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے نزدیک حجت و دلیل دو ہی چیزیں ہیں:

(۱) قرآن کریم اور (۲) حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کسی امام کے قول کو چاہے وہ کتنا ہی بڑا امام کیوں نہ ہو ہم نے کبھی بھی بطور حجت و دلیل کے نہیں مانا ہے اور نہ کبھی اسے پیش کیا ہے۔ البتہ قرآن و حدیث کی تائید میں ہم اماموں کے اقوال پیش کر دیتے ہیں اور صحیح بخاری کو ہم اصح الکتاب بعد کتاب اللہ اس لئے مانتے ہیں کہ اس میں صحیح و مرفوع احادیث ہیں اور صحیح احادیث پر ہی ہم عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم کسی امام کے قول کے مقابلے میں صحیح حدیث کو ترک نہیں کرتے بلکہ صحیح حدیث آجائے تو امام کے قول کو روڈ کر دیتے ہیں۔ مفتی

صاحب کو چاہئے کہ پہلے وہ ہمارے اصول کو سمجھیں کہ ہم نے کبھی بھی امام بخاریؒ کی رائے کو دین نہیں سمجھا۔ کسی امام کی رائے کا نام دین نہیں ہے بلکہ دین تو قرآن و حدیث کا نام ہے اور جہاں تک صحیح بخاری کے اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونے کا تعلق ہے تو اس اصولی بات کو علماء حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی سلیم اللہ خان صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، صحیح بخاری کی شرح کشف الباری میں عنوان قائم کرتے ہیں: ”اصح الکتاب بعد کتاب اللہ، صحیح البخاری“ (ص ۱۸۵ جلد اول)

مفتی صاحب کی نویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن حارث کی روایت ہے، جس میں ایک عورت کے یہ کہنے سے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: دعھا عنک ”اپنے سے اپنی بیوی کو جدا کر دو“۔ یہاں بھی آپ نے یہ سوال نہیں کیا کہ دودھ کتنی مرتبہ پلایا۔ (ج ۲، ص ۷۶۰)

جائزہ: اس روایت میں بھی دودھ پینے کی تحدید نہیں ہے بلکہ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خاتون نے ان کو پانچ مرتبہ سے زیادہ بار ہی دودھ پلایا تھا۔ عرب معاشرہ میں یہ قاعدہ تھا کہ دایاں ہی بچوں کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا کرتی تھیں، اور دودھ کی مدت عموماً دو سال تک ہوتی تھی۔ یہ نہیں ہوتا تھا کہ دائی ایک قطرہ دودھ پلا کر سچے سے جدا ہو جائے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ روایت بھی ’نفس رضعات‘ کی زبردست دلیل ہے۔

مفتی صاحب کی دسویں دلیل

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”بخاری شریف میں ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

”الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة“

”دودھ پلانا ان رشتوں کو حرام کر دیتا ہے جنہیں پیدائش حرام کرتی ہے“ (ج ۲، ص ۴۶۴)

یہاں بھی آپ نے تھوڑے اور زیادہ کی کوئی تفریق نہیں فرمائی۔ الحاصل قلیل دودھ خواہ ایک

گھونٹ ہی کیوں نہ ہو، اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے“ (ص ۴)

جائزہ: اس روایت پر مفصل گفتگو گزر چکی ہے۔ مفتی صاحب نے خانہ بڑی اور دس دلیلیں پوری

کرنے کے لئے اس روایت کو ذکر کر دیا ہے۔ ورنہ اس روایت میں ان کے دعوے کا دور دور تک

کہیں سراغ نہیں ملتا۔ موصوف کا دعویٰ خاص ہے اور دلائل سارے کے سارے انہوں نے عام

پیش کئے ہیں اور جن روایات میں وضاحت ہے وہ من گھڑت، جھوٹی اور ضعیف روایات ہیں۔

موصوف کے دعویٰ کے مطابق یہ ان کے پیش کردہ کثیر صحیح احادیث شریفہ اور قوی دلائل ہیں جن کی حقیقت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔

حرمت رضاعت کے چند اصول

حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک شخص میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کو اس شخص کا آنا ناگوار گذرا اور میں نے آپ کے چہرے مبارک پر غصے کے آثار دیکھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرا دودھ شریک بھائی ہے۔ اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

”أَنْظِرَنَّ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ فَإِنَّمَا الرِّضَاعَةُ عَنِ الْمَجَاعَةِ“ (صحیح بخاری و مسلم)

”غور کرو کہ تمہارے دودھ شریک بھائی کون ہو سکتے ہیں؟ رضاعت وہی معتبر ہے کہ جو بھوک کے وقت ہو، یعنی جس رضاعت سے بچے کی بھوک دور ہو جائے، وہ رضاعت حرمت ہے“

یہ روایت مفتی صاحب کے قلیل دودھ والے مسلک کی حقیقت بتانے کے لئے نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ ایک گھونٹ سے بھوک دور نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

”من المجاعة أى الرضاعة التى تثبت بها الحرمة وتحل بها الخلوۃ هى حیث یكون الرضیع طفلاً لسد اللبن جوعته لأن معدته ضعيفة یكفیها اللبن وینبت بذلك لحمه فیعبیر كجزء من المرضعة فیشترك فى الحرمة مع أولادها. فكأنه قال لا رضاعة معتبرة إلا المغنیة عن الجماعة والمطعمه من المجاعة كقوله تعالى ﴿أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ﴾ ومن شواهد حدیث ابن مسعود لا رضاع إلا ماشد العظم، وأنبت اللحم، أخرجه ابوداؤد مرفوعاً موقوفاً و حدیث أم سلمة ”لا یحرم من الرضاع إلا ما فتق الأمعاء“ أخرجه الترمذی وصححه ویمكن أن یستدل به على أن الرضعة الواحدة لا تحرم لأنها لاتغنی من جوع، وإذا كان یحتاج إلى تقدیر فأولى ما یؤخذ به قدرته الشریعة وهو خمس رضعات..... (فتح الباری شرح الصحیح البخاری، ج ۹ ص ۱۴۸، کتاب النکاح باب من قال لا رضاع بعد حولین) ”من المجاعة“ یعنی رضاعت جس کے ذریعے حرمت ثابت ہوتی اور کسی شخص کے ساتھ خلوت جائز ہوتی ہے ایسی رضاعت ہے کہ جس میں دودھ پینے والا بچہ ہو اور دودھ کو بھوک کے وقت پئے۔ اس لئے کہ اس کا معدہ کمزور ہوتا ہے، اس حالت میں اسے دودھ ہی کفایت کرتا ہے

اور اس میں گوشت کا پیدا ہونا اسی وقت ممکن ہے کہ جب بچہ مسلسل دودھ پیتا رہے اور دودھ اس کی خوردگ ہو اور یہ بات ایک یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے پیدا نہیں ہو سکتی اور شریعت نے اس کی کم از کم مقدار خمس رضعات (پانچ مرتبہ دودھ پینا) مقرر کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ خمس رضعات والا مسلک ہی درست ہے۔ کیونکہ یہ صحیح احادیث پر مبنی ہے اور یہی محققین کا مسلک ہے۔

مدت رضاعت دو سال ہے!

مفتی صاحب نے دودھ پینے کی قلیل مقدار سے حرمت رضاعت پر بہت زور دیا ہے اور چونکہ اس مسئلہ میں جمہور (اکثریت) ان کے ہم نوا ہے، اس لئے انہوں نے بار بار جمہور کا ذکر کیا ہے۔ موصوف کو یہ بھی معلوم ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ اور اس پر قرآن کریم، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ کرامؓ اور جمہور علماء امت سب متفق ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے اور امام موصوف اس مسئلہ میں بالکل منفرد ہیں کیونکہ ان کے شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ بھی اس مسئلہ میں ان کے ہم نوا نہیں ہیں۔ لیکن مفتی صاحب کو جمہور کی یہ بات پسند نہیں آئے گی کیونکہ تقلید امام ابوحنیفہ ان کا مسلک ہے اور مفتی صاحب قرآن و حدیث اور جمہور کو تو چھوڑ سکتے ہیں لیکن امام صاحب کی تقلید کو نہیں چھوڑ سکتے۔ مفتی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ قرآن و حدیث کے دلائل سے اوراق سیاہ کرنے کے بجائے اتنا ہی لکھ دیتے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں: "ونحن مقلدون یحب علینا تقلید إمامنا أبی حنیفہ" (ہم تو مقلد ہیں اور ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنا واجب ہے) اور عام فتوؤں میں تو وہ کتب فقہ حنفی مثلاً ہدایہ، شامی، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں اور لوگوں سے بھی کہتے ہیں کہ ہم سے قرآن و حدیث کی دلیل طلب نہ کر دو لیکن خلاف معمول مفتی صاحب نے حرمت رضاعت کے سلسلہ میں احادیث کے دلائل پیش کرنے کی زحمت کر ڈالی ہے۔

مدت رضاعت کے سلسلہ میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لَعَنَ آزَادُ أَنْ يُنِمَّ الرِّضَاعَةَ﴾

"اور مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال تک دودھ پلائیں اگر ان کا ارادہ مدت رضاعت پوری کرنا ہے" (البقرہ: ۲۳۳)

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔

(۲) دوسرے مقام پر ارشاد ہے اور یہ آیت بھی بالکل واضح ہے:

﴿وَرِضَالَةٌ عَامَّتَيْنِ﴾ (لقمان: ۱۴) "اور دو سال اس (بچہ) کو دودھ چھوٹنے میں لگے"

﴿وَحَنَلَةٌ وَفَسَالَةٌ فَلَا تُؤَنُّ شَهْرًا﴾ (الاحقاف: ۱۵)

”اس کا بچہ دس مہینوں میں رہتا اور اس کا دودھ چھوٹا نہیں سمجھوں میں ہوتا“

مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”شاید یہ بطور مادہ اکثر یہ کے فرمایا ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”لڑکا اگر قوی ہو تو ایک مہینہ میں دودھ چھوڑتا ہے اور نو مہینے میں حمل کے“ بایں کہ جو کم از کم مدت حمل چھ مہینے ہیں اور دو برس میں عموماً بچوں کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ اس طرح کل مدت تین مہینے ہوئے، مدت رضاع کا اس سے زائد ہونا گھل و تار ہے“ (تفسیر عثمانی: ص ۲۶۹، طبع مدینہ منورہ)

(۴) جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لا یحرم من الرضاع إلا ما کان فی الحولین“

”رضاعت وہ ہے جو دو برس کے اندر ہو“ (سنن دارقطنی، بحوالہ تفسیر ابن کثیر: ج ۱، ص ۲۸۳)

(۵) اور دوسری روایت میں ہے:

”وما کان بعد الحولین فلیس بھش“ (ابن کثیر ایضاً)

”اور جو دو سال کے بعد ہے وہ کچھ نہیں“ یعنی دو برس کے بعد رضاعت نہیں ہے۔

(۶) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو مکمل مدت تک دودھ پلائیں اور یہ مدت دو سال ہے اور دو سال کے بعد رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ یہ اس کے لیے ہے کہ جس کا ارادہ مدت رضاعت پوری کرنا ہے اور اکثر ائمہ کرام اس طرف گئے ہیں کہ رضاعت دو برس کے اندر اندر ہے اور جب بچے کی عمر دو سال سے زائد ہو جائے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی“

(۷) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

”عنوان: رضاعت وہی مستحبر ہے جو چھوٹی عمر میں دو سال کے اندر اندر ہو..... اُمّ سلمہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

”رضاعت وہی مستحبر ہے کہ جس میں آنتیں دودھ سے بھر جانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا

ہو جائیں اور یہ دودھ پلانا دودھ پلانے کی مدت (دو سال) کے اندر اندر ہو“

اور اس دودھ سے اس کا گوشت پیدا ہوتا ہے۔ پس وہ دودھ پلانے والی کا گویا جز بن جاتا ہے اور

وہ حرمت میں اس خاتون کی اولاد کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ فرمایا: ”رضاعت وہی مستحبر

ہے جو بھوک کے وقت کفایت کرتی ہو یا بھوک کے وقت کی خوراک جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے: ﴿أَطْعَمْتَهُمْ مِنْ جُوعٍ﴾ ”جس نے انہیں بھوک میں کھلایا“ اور اس حدیث کے شاہد میں

سے جناب عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ہے، ”رضاعت وہی قابل اعتبار ہے جس کے ذریعے ہڈیاں سخت (مضبوط) ہوں اور جو گوشت پیدا کرے۔“ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے مرفوع و موقوف (دونوں طریقوں سے بیان کیا ہے) اور اُمّ سلمہ کی حدیث میں ہے: ”رضاعت وہی معتبر ہے کہ جس میں آنتیں دودھ سے بھر جانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں“ [اس حدیث میں آگے یہ الفاظ بھی ہیں: ”وكان قبل الفطام“ اور یہ دودھ پلانا دودھ پلانے کی مدت (دو سال) کے اندر ہو (ابو جابر)] امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ الرضعة الواحدة (ایک بار دودھ پینا) حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا، اس لئے کہ وہ بھوک کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ اور جب انہوں نے دودھ پینے کی تعداد کے لیے اس حدیث سے دلیل لی ہے تو پھر ادلی ہے کہ وہ انداز اختیار کیا جائے جو شریعت نے مقرر کیا ہے اور وہ خمس رضعات (پانچ بار دودھ پینا) ہے“ (فتح الباری)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حرمت رضاعت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ مندرجہ

ذیل شرائط اس میں موجود نہ ہوں:

- (۱) بھوک کے وقت بچہ کی خوراک دودھ ہی ہو اور یہ عرصہ بچے کی پیدائش سے لے کر دو سال تک ہوتا ہے
- (۲) رضاعت وہی معتبر ہے کہ جس میں دودھ پینے سے بچے کی ہڈیاں مضبوط ہوں اور اس دودھ سے بچے کے جسم میں گوشت پیدا ہو۔
- (۳) بچہ دودھ اس قدر پئے کہ دودھ سے اس کی آنتیں بھر جائیں اور بھرنے کے بعد پھول کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ صورت ایک یا دو قطرہ دودھ پینے سے یا ایک مرتبہ اور دو مرتبہ دودھ چوسنے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح دودھ پینے کا یہ عمل مدت رضاعت (جو دو سال تک ہے) کے اندر اندر ہو۔

ان تمام احادیث کے مجموعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ ایک یا دو قطرہ دودھ سے یا ایک بار یا دو بار دودھ چوسنے سے نہ تو بچے میں گوشت پیدا ہو سکتا ہے، نہ اس کی ہڈیاں مضبوط ہو سکتی ہیں اور نہ اس کی آنتیں دودھ کی بچہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو سکتی ہیں۔ بچے کی ہڈیوں کا مضبوط ہونا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم اصحاب رسول اللہ ﷺ وغیرہ کا اس حدیث پر عمل ہے (اور ان کا کہنا ہے کہ) رضاعت وہی معتبر ہے کہ جو دو سال کے اندر اندر ہو اور جو رضاعت دو کامل برس گزر جانے کے بعد ہو تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۱ ص ۲۸۳)

لذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

بشکرہ ماہنامہ ”محمدت“ لاہور

۳۲ ش ۹ ستمبر ۲۰۰۰ء

ابو جابر عبد اللہ دامانوی

truemaslak@inbox.com